بیانِ تاریخ وانساب میں امام سہیلی کا منہج
(الروض الأنف کا خصوصی مطالعہ)

نائلہ صفدر*

امام ابو القاسم السہیلی کی جملہ تصانیف میں سے الروض الانف کو بلند مقام حاصل ہوا۔ چھٹی صدی ہجری میں لکھی جانے والی یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ سیرت ابن ہشام کی شرح فاضل مصنف نے اس انداز سے ترتیب دی کہ شرح کی بجائے الروض الانف سیرت کی باقاعدہ کتاب کی حیثیت اختیار کر گئی۔ مصنف نے تبحر علمی اور فنی مہارت کے ساتھ معلومات کو اس انداز سے ترتیب دیا کہ یہ کتاب مدلل اسلوب اور مستند علم کا شاہکار بن گئی۔ مصنف نے وحی الٰہی سے علم وحکمت سے لبریز آیات، حدیث کے بحر ذخار سے نادر نایاب، تاریخی حقائق، ادب و انشاء کے خصائص حاصل کئے اور کتاب کو علمی فوائد، تحقیقی نکات اور فنی خصائص سے آراستہ کر دیا۔ لغت، صرف ونحو، اعراب، انساب کے اشکالات کو اس طرح رفع کیا کہ ان کی علمی حیثیت مسلم ہوگئی۔ سیرت سے تعلق رکھنے والے ناموں کے معانی، الفاظ کے مطالب و مفاہیم کو اس طرح محفوظ کیا کہ یہ علمی اور تحقیقی کاوش ہر دور کی علمی ضروریات کے لئے خزینۃ الحکمت بن گئی۔

امام سہیلی نے شرح ''سیرت ابن ہشام'' الروض الانف میں منفرد اسلوب اپنایا ہے۔ امام صاحب اس کتاب میں صاحب کتاب المغازی محمد بن اسحٰق بن یسار المطلبی (م: ۱۵۰ھ) اور اس کی تہذیب وتنقیح کرنے والے امام ابی محمد عبدالملک بن ہشام المعافری (م: ۲۱۳ھ) کی بیان کردہ آیات و احادیث کی وضاحت اس انداز سے کرتے ہیں کہ پوشیدہ نکات نکھر کر سامنے آجائیں اور تفسیر وتشریح کا حق ادا ہوجائے۔ فاضل مؤلفین کی بیان کردہ معلومات پر اضافہ کرتے ہوئے حسب ضرورت لغوی اور صرف ونحو کے مباحث بیان کرتے ہیں۔ اشعار کا بیان حسن ذوق اور محققانہ انداز کا آئینہ دار ہے۔ بیان واقعہ میں شخصیات کا تعارف بطریق احسن کرواتے ہیں۔ واقعاتی ترتیب میں انتشار محسوس ہوتا ہے جسے شرح کا تقاضا جانتے ہوئے نظرانداز کیا جا سکتا ہے لیکن بیان جزئیات کا انداز ایسا جاندار کہ کسی قسم کی تشنگی کا احساس بھی باقی نہ رہے۔ لغت کی وضاحت کرتے ہوئے تشکیک کا دروازہ عربوں کے

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

اقوال اورضرب الامثال سے بند کردیتے ہیں۔بعض مقامات پر صاحب المغازی اور صاحب سیرت النبی ﷺ کے تسامح کا ذکر بھی کرتے ہیں۔تاریخ وانساب کا بیان اس کتاب کا اہم پہلو ہے۔

تاریخ کی اہمیت محتاج بیان نہیں اسی اہمیت کے پیش نظر مسلمان مورخین کی ایک طویل فہرست دکھائی دیتی ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں مسعودی نے مروج الذهب میں تقریباً اسی ماقبل مورخین کے نام گنوائے ہیں۔اسی طرح فہرست ابن ندیم میں متعدد مورخین اور سینکڑوں کتب تاریخ کا ذکر ہے۔دوسری صدی ہجری کے وسط میں ابن اسحٰق ابوعبیدہ بن معمر بن مثنیٰ ،الواقدی،ابن سعد کے سیرت نگاری اور اخبار وآثار پر مبنی جواہر پارے منصۂ شہود پر آئے تو تیسری صدی ہجری میں المدائنی ،ابن قتیبہ دینوری ، بلاذری، ابوحنیفہ دینوری ، یعقوبی اورطبری نے تاریخ پر باقاعدہ ضخیم کتب تحریر کیں۔ بعدازاں ابن اثیر،ابن کثیر،ابن خلدون ،المقریزی اور دیگر مصنفین نے اہم کتب تاریخ لکھیں جوآج بھی محققین کے لئے بنیادی معلومات کے مآخذ ہیں۔امام سہیلی نے تاریخی واقعات میں سب سے زیادہ انحصار ابن جریرطبری کی ''تاریخ الرسل و الملوك '' پر کیا ہے۔امام سہیلی (۱) ماہرین اعلام کے یہاں حافظ سیر، اخبار اور انساب جانے جاتے ہیں۔(۲) آپ کی کتب میں اخبار ماضی، ان کے احوال اور انساب پر مشتمل کافی مواد موجود ہے۔امام صاحب قدیم اقوام کی تاریخ ،تاریخ قبل از اسلام اور تاریخ اسلام سے بخوبی آگاہ تھے۔آپ سابقہ امم کے احوال جاننے والے تھے۔(۳) آپ نے تاریخی واقعات بیان کرتے ہوئے حسب موقع تحقیق وتنقیح سے بھی کام لیا ہے۔آپ نے تاریخ پرطبری، واقدی اور ابن اثیر یا ابن خلدون کی مانند کوئی کتاب نہیں لکھی اور نہ ہی انساب پر آپ کی ابن حزم ،ابن ندیم یا زبیر بن بکار کی طرح کوئی تصنیف ہے لیکن ان فنون میں آپ کی مہارت مسلم ہے۔آپ کی کتب'' الروض الانف ''(۴)اور''التعريف و الاعلام'' (۵)اس پر شاہد ہیں۔تاریخ اور انساب کے بیان میں امام سہیلی کے منہج کا جائزہ الروض الأنف کی روشنی میں درج ذیل ہے۔

بیان تاریخ میں اسلوب:

ابن اسحٰق کی ''كتاب المغازى '' کی تہذیب یافتہ شکل'' السيرة النبويه لابن هشام '' میں تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ان واقعات کی وضاحت شارح السیرۃ النبویہ،امام سہیلی نے کی ہے۔شرح سیرت موسوم بہ الروض الأنف میں امام سہیلی نے بہت سی تاریخی معلومات کا اضافہ کیا ہے۔بعض اشکالات دور کئے ہیں۔شہروں، قصبوں اور شخصیات کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔

جہاں تک لفظ تاریخ کا تعلق ہے اس کے لغوی معنی ہیں''وقت کی نشاندہی''''ارخت الكتاب و ورخته'' بول کر مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے کتابت کا وقت درج کردیا۔(۶) جوہری (۷) نے تاریخ اور توریخ کو ایک قرار دیا

ہے جبکہ اصمعی (۸) کے مطابق بنو تمیم (۹) '' ورخت الکتاب توریخا'' (واو کے ساتھ بولتے ہیں) اور قیس ''ارّ ختہ تاریخا'' (ہمزہ کے ساتھ)۔ اصطلاح میں اس کا معنی ہے ''وقت بتا کر سارے حالات کو متعین کرنا'' ہے۔ (۱۰) اس طرح انبیاء، خلفاء، اماموں، راویوں، بادشاہوں، امم، شہروں کے حالات و واقعات، بڑے بڑے حادثات و عجائبات اور عام مشاہدے کی باتیں تاریخ کا حصہ بن جاتی ہیں۔ الغرض یہ وہ فن ہے جس میں سارے زمانے کے واقعات سے بحث کر کے ان کی تحدید اور وقت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس کا موضوع 'انسان' اور 'زمان' ہے۔اس کے مسائل انہی دونوں کے احوال سے متعلق ہوتے ہیں۔ (۱۱) اسلام سے پہلے عربوں کے یہاں تاریخ کا تصور بس ایک قصے اور داستان کا سا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ اپنے امتیازی اصول اور مخصوص نہج پر منضبط اور مرتب کرنے کا اہتمام کیا۔ لیکن مبتدا (۱۲) سے مبعث (۱۳) تک کی تاریخ کا بڑا حصہ اسرائیلیات (۱۴) پر مبنی ہے، ایام العرب، تاریخ یمن اور دیگر اقوام کے تاریخی واقعات کی معلومات کا ذریعہ بھی انہی کے مآخذ ہیں جو تحقیق طلب ہیں اور تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے ان اقوام سے متعلق معلومات کا انحصار انہی روایات کی نقل پر ہے۔

ابن ہشام نے اپنی کتاب میں سیرت النبی ﷺ سے متعلقہ تاریخی واقعات بیان کئے ہیں۔ امام سہیلی شرح کرتے ہوئے بعض مقامات پر ان واقعات کی وضاحت کے لئے جزئیات بھی بیان کرتے ہیں۔ جن مقامات پر ابن ہشام نے سن اور تاریخ کا التزام نہیں کیا بعض جگہ امام سہیلی اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ ابن ہشام نے اگر شہروں کے نام کا ذکر کیا ہے تو امام سہیلی ان کے ناموں کا مطلب، وجہ تسمیہ، ان الفاظ کی حرکات اور ان کے متعلق دیگر معلومات فراہم کرتے ہیں اگر ماں کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا نام ونسب تک بیان کر دیتے ہیں۔ مختلف امور کا آغاز (اولیات) کرنے والوں کے نام بیان کرتے ہیں۔ تاریخ قبل از اسلام اور پہلے باشاہوں کے قصص بیان کرنے کے علاوہ بعض مقامات پر عجیب وغریب قصے بھی بیان کر دیتے ہیں جن کی صحت محل نظر ہے لیکن بیشتر مقامات پر ان کا رویہ ایک صاحب علم محقق کا ہے۔ الروض الانف سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

تاریخی واقعات بیان کرنے میں تحقیقی انداز:

امام سہیلی ایک صاحب طرز ادیب اور محقق ہیں اس لئے بیان واقعہ میں تحقیقی انداز اختیار کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ''ابن اسحٰقؒ نے آمنہؓ کی والدہ اور ان کی نانی کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نانی کی والدہ کا نام برہ بنت عوف تھا۔ باقی تمام نسب ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔ وہاں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ (۱۵) ہالہ کی والدہ کا نام العبلہ بنت المطلب تھا اس کی والدہ کا نام خدیجہ بنت سعید بن سہم تھا، بعض مئورخین کو حضرت عبداللہؓ کی نذر کے واقعہ میں شک پڑا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو اس وقت ذبح کریں گے جب ان کی تعداد دس ہو جائے

گی۔ ابن اسحٰقؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ہالہ سے شادی اس وقت کی جب آپ اس نذر کو پورا کر چکے تھے۔ ہالہ سے حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کی اولاد کی تعداد بارہ تھی (۱۶) اس لئے کوئی اشکال نہیں رہتا۔ علماء کرام کی ایک جماعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد بارہ تھی۔ بعض مئورخین کہتے ہیں کہ ان کی تعداد صرف دس تھی اس صورت میں ولد کا اطلاق صرف بیٹوں پر نہیں بلکہ پوتوں پر بھی ہو گا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے نذر پوری کی اس وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد دس تھی۔ (۱۷)

تاریخی اغلاط کی نشاندہی اور تصحیح:

امام صاحب متعدد مقامات پر نہ صرف تاریخی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ان کی تصحیح بھی کرتے ہیں۔ ابن اسحٰق نے سیف بن ذی یزن کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ اس نے کسریٰ سے حبشہ کے خلاف مدد طلب کی تھی اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے معدی کرب کو یہ مدد دی گئی۔ ابن اسحٰق کے مطابق فوجیوں کی تعداد نو سو تھی جن میں سے دو سو سمندر میں غرق ہو گئے باقی سات سو رہ گئے۔ امام سہیلی کے نزدیک یہ قول درست نہیں سات سو افراد کا حبشہ (۱۸) کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ کسریٰ نے سپہ سالار وہرز کو معدی کرب کے ساتھ ساڑھے سات ہزار افراد پر مشتمل لشکر دے کر بھیجا۔ معدی کرب (۱۹) نے وہرز کے ساتھ مل کر حبشہ کے لشکر کو مغلوب کیا اور خود یمن کا بادشاہ بن گیا۔ وہ چار سال تک حکمران رہا۔ (۲۰)

رفعِ اشکال:

امام سہیلی تاریخی شخصیات کے ناموں سے پیدا ہونے والے اشکالات کو رفع کرتے ہیں جیسا کہ حضرت شعیب کے بارے میں الروض الانف میں لکھتے ہیں:

> جب اللہ تعالیٰ نے اہل عرب سے جنگ کی سختی کو اٹھا لیا اور ان کے بقیہ افراد پہاڑ کی چوٹیوں سے نیچے اتر آئے۔ جب بخت نصر نے اہل عرب کے شہروں کو مغلوب کر لیا اور ان کی آبادیاں برباد کر دیں۔ اہل حضور (یمن کا ایک شہر) کو نیست و نابود کر دیا۔ تو حضرت معد سرزمین حجاز میں واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وکم قصمنا من قریة میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اہل یمن پر یہ عذاب اس لئے مسلط ہوا کیونکہ انہوں نے اپنے نبی حضرت شعیبؑ بن ذی مہدم کو شہید کر دیا تھا ان کا مرقد یمن میں جبل حنین پر ہے ان سے مراد وہ شعیبؑ نہیں جن کا مسکن مدین تھا۔ (۲۱)

تاریخی واقعات کے بیان میں آیات قرآنی سے استدلال:

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی عمر ایک سو تیس سال تھی ان کی والدہ ہاجرہ (اہل عرب آجر

بھی پڑھتے ہیں وہ ’ھاء‘ کو الف سے بدل دیتے ہیں) کا وطن مصر تھا۔آپؑ کو بعد وصال والدہ معظّمہ کے ساتھ حجر میں دفن کیا گیا۔(۲۲)

امام سہیلی اس کی وضاحت میں حضرت سارہ اور حضرت ابراہیمؑ کے باہم رشتے کو آیت قرآنی سے دلیل دیتے ہوئے اس طرح بیان کرتے ہیں’’ آپؑ (ہاجرہ) حضرت ابراہیمؑ کی لونڈی تھیں ،انہیں حضرت سارہؓ نے حضرت ابراہیمؑ کو ہبہ کیا تھا۔حضرت سارہؓ حضرت ابراہیمؑ کی چچا زاد تھیں ۔ان کا نام سارہ بنت توبیل بن ناخور تھا۔بعض علماء بنت ہاران بن ناخور اور بعض ہاران بنت تارح بھی کہتے ہیں ۔اس نسب کے مطابق حضرت سارہؓ حضرت ابراہیمؑ کی بھتیجی بنتی ہیں۔آپ حضرت لوطؑ کی بہن تھیں۔علامہ قتبی کا معارف میں اور علامہ نقاش کا تفسیر میں قول ہے اس وقت بھتیجی سے نکاح کرنا جائز تھا لیکن نقاش نے اپنے اس قول کی تردید اللہ تعالی کے اس فرمان کی تفسیر میں کر دی ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا(۲۳)

اس نے مقرر فرمایا تمہارے لئے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو(۲۴)

یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حضرت نوحؑ کی زبان اقدس سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ انسان کی بھتیجی اس کے لئے حرام ہے صحیح نقطہ نظر یہی ہے ۔ان علماء کو یہ غلط فہمی اس لئے ہوئی کیونکہ ہاران حضرت ابراہیم کے بھائی کا نام بھی تھا۔لیکن یہ ہاران اصغر تھا جبکہ حضرت سارہ ہاران اکبر کی نور نظر تھیں اور وہ حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا۔شہر حران کا نام ہاران کی نسبت ہی سے ہے ۔ہاران سریانی زبان کا لفظ ہے عربی میں اس کی ھاء کو حاء سے تبدیل کر دیتے ہیں۔‘‘ (۲۵)

ایک ہی عنوان کے تحت متعدد معلومات کی فراہمی:۔

سیرت ابن ہشام میں سیف بن ذی یزن اور کسریٰ کا ذکر کیا گیا ہے ۔امام سہیلی اس عنوان کے تحت مختلف تاریخی معلومات اس طرح فراہم کرتے ہیں۔

’’سیف بن ذی یزن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔(۲۶) وہ کسری کے دربار میں ہی مرا تھا۔پھر اس کے بیٹے نے بادشاہ سے مدد طلب کی ۔اس کا نسب یہ ہے۔سَيفُ بنُ ذِى يَزَنَ بنِ ذِى اَصبَحَ بنِ مَالِكِ بنِ زَيدِ بنِ سَهلِ بنِ عَمرِوبنِ قَيسِ بنِ مُعَاوِيَةَ بنِ جُشَمِ بنِ عَبدِ شَمسِ بنِ وَائِلِ بنِ الغَوثِ بنِ قُطنِ بنِ عَرِيبِ بنِ زُهَيرِ بنِ اَيمَنَ بنِ الهَمَيسَعِ بنِ العَرَنجحِ وَ هُوَ : حِميَرُ ابنُ سَبَإٍ، وَ كِسرَى هَذَاهُوَ: اَنُوشِروَانَ بنُ قُبَاذٍ، وَ مَعنَاهُ مُجَدّدُ المُلكِ ، اسی نے ایران کے لوگوں کی شیرازہ بندی کی تھی۔نعمان کا معنی دم ہے ۔تاج کسری کو قمقل سے تشبیہ

دی گئی ہے۔قنقل ایک بہت بڑا پیمانہ ہے۔

راجز (۲۷) سانپ کی چھتری کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

مَالَكَ لَا تَجرُفهَا بِا لقَنقَل   لَا خيرَ فِی الکَماَۃِ اِن لَم تَفعَل

ترجمہ: تجھے کیا ہے کہ تو قنقل کے ساتھ اسے اکٹھا نہیں کرتا۔اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو پھر اس چھتری میں کوئی بھلائی نہیں۔

امام ہروی فرماتے ہیں کہ قنقل تینتیس من کا پیانہ ہوتا ہے۔لیکن امام ہروی نے من کی مقدار بیان نہیں کی میرے خیال میں ایک من دو رطل کا ہوتا ہے۔

نوشیروان کے پاس وہی تاج تھا جو حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں یزدجرد بن شہریار (۲۸) سے چھینا گیا جب وہ تاج دربارِ خلافت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت سراقہ بن مالک مدلجیؓ (۲۹) کو بلایا ان کے ہاتھوں پر کسریٰ کے کنگن اور سر پر اس کا تاج پہنا دیا پھر فرمایا:

قُل : الحَمدُ لِلہِ الّذِی نَزَعَ تَاجَ کِسرَی مَلِكَ الاَملَا كِ مِن رَاسِهِ وَ وَضَعَهُ فِی رَاسِ اَعرَابِی مِن بَنِی مُدلِجٍ وَ ذَلِكَ بِعِزّ الاِسلَامِ وَ بَرَ کَتِهِ لَا بِقُوّتِنَا

اور حضرت عمرؓ نے سراقہؓ کو اس لئے مخصوص فرمایا، کیونکہ حضرت محمد ﷺ نے ان سے فرمایا تھا:

یَا سُرَاقُ کَیفَ بِكَ اذ اُوضِعَ تَاجُ کِسرَی عَلَی رَاسِكَ وَ اِسوَارُہُ فِی یَدَ يك (۳۰)

سن اور تاریخ کا التزام:

امام سہیلی جہاں ابن ہشام نے سن و تاریخ کا التزام نہیں کیا امام سہیلی متعدد مقامات پر سن و تاریخ بیان کرتے ہیں۔یا دیگر واقعات سے اس کا تعین کر دیتے ہیں۔

جیسے یزدجرد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

یزدجرد پرویز کا پوتا تھا۔اس کی سلطنت کا اختتام حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ہوا۔وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے اوائل میں ہی قتل ہوا۔

کسریٰ ۷ھ ۱۰ جمادی الاول بروز منگل قتل ہوا۔باذان نے یمن میں ۱۰ھ کو اسلام قبول کیا۔اسی سال حضور ﷺ نے ابنائے فارس کی طرف دعوت اسلام کا مکتوب گرامی روانہ فرمایا:

" فَمِن الاَبنَاءِ وَهبُ بنُ مُنَبّهِ بنِ سَیجِ بنِ زُکبَارٍ، وَ طَاوُوسٌ وَ ذَادَوَیهِ وَ فَیرُوزُ اللّذَانِ قَتَلَ الاَسوَدَ العَنسِیّ الکَذّابَ"(۳۱)

حِلفُ الفُضُول جنگ فجار کے بعد طے پایا اور حرب الفُجّار شعبان میں لڑی گئی ۔جبکہ حِلفُ الفُضُول ذِی القَعدَ ۃِ بعثت نبوی سے بیس سال پہلے طے پایا۔(۳۲)

اہم واقعات کی تاریخ کے متعلق دیگر علماء کی آراء کا بیان :۔

امام سہیلی بیان کرتے ہیں کہ''ابن اسحٰق نے لکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوئے ۔عجمی مہینہ ستمبر تھا۔

ابن اسحٰق کے علاوہ دیگر مورخین کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول بروز سوموار غار ثور سے باہر تشریف لائے اور ۱۸ ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے ۔بیعت عقبہ ایام تشریق کے وسط میں ہوئی۔(۳۳)

تاریخی معلومات کی فراہمی :۔

☆ حبشہ میں حضرت جعفرؓ کے کے یہ بچے پیدا ہوئے حضرت محمد، حضرت عون اور حضرت عبداللہ، نجاشی کا ایک بچہ بھی اسی روز پیدا ہوا جس روز حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے ۔نجاشی نے حضرت جعفرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ تو نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے تو نجاشی نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا۔حضرت اسماءؓ (۳۴) نے اپنے بیٹے عبداللہ (۳۵) کے ساتھ نجاشی کے بیٹے عبداللہ کو بھی دودھ پلایا، یہ دونوں اس وجہ سے باہمی صلہ رحمی کرتے تھے۔(۳۶)

☆ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کہ ہاشم نے سلمی بنت عمرو النجاریہ سے نکاح کر لیا۔ان کے ہاں عبد المطلب کی پیدائش ہوئی ۔امام سہیلی لکھتے ہیں اسی وجہ سے جب عبد المطلب قریش کے ایک وفد میں سیف بن ذی یزن یا اس کے بیٹے معدی کرب بن سیف کے پاس گئے تو اس نے کہا

مَرحَبا بِابنِ اُختِنَا، اس کی وجہ یہ تھی کہ سلمی کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور خزرج کا تعلق یمن میں سبا سے تھا جبکہ سیف کا تعلق بھی حمیر بن سبا سے تھا۔ پھر کہا

مَرحَبا وَ اَھلاً، وَ نَاقَۃَ وَرَحلاً ،وَ مُلکاً سِبَحلاً ،یُعطِی عَطَاءً جزلاً (۳۷)

پھر اس نے عبد المطلب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی ۔عبد المطب نے کہا''اے شاہ ذی شان تو ہمیشہ خوش و خرم رہے''۔ بادشاہ نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو مال و متاع عطا کیا حضرت عبد المطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت آپ کی خوشخبری مجھے اس تمام مال و متاع سے زیادہ عزیز ہے۔(۳۸)

☆ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ اسلام کا آفتاب طلوع ہونے پر بَنی رَبِیعَۃَ بنِ کَعبِ بنِ سَعدِ بنِ

زَید مَنَاۃَ بنِ تَمِیمٍ کا بت ’رُضَاءٌ‘ منہدم کیا گیا تو شدید ضرب لگانے والوں میں ’ المُستَوغِرُ بنُ رَبِیعَۃَ ‘(۳۹) بھی تھا۔ابن اسحٰق نے مستوغر کا ایک شعر بھی درج کیا ہے لیکن ابن ہشام کے نزدیک اس شعر کا دوسرا مصرعہ بنوسعد کے ایک شخص کا ہے۔(۴۰) سیرت ابن ہشام میں درج ہے کہ مُستَوغِر کی عمر تین سو تیس سال تھی۔اور وہ تمام قبیلہ مضر سے طویل العمر تھا۔(۴۱)

امام سہیلی بیان کرتے ہیں کہ مستوغر کے علاوہ اہل عرب میں سے وہ اشخاص جن کی عمر دو یا تین سو سال سے زیادہ ہوئیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱: زُهَير ۲: عُبَيد بن شَريَة ۳:دَغفَل بن حَنظَلَة النّسّابَة ٤: الرّبِيع بن ضَبُع الفزَا رى ٥: ذُو الاِ صبَع (حُرثان بن مُحَرّث)العَدوانى ٦: نَصربن دُهمَان بن اشجَعَ بن رَيث بن غَطَفَان نصر بن دهمان کے سر کے بال سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئے تھے اور کمر ٹیڑھی ہونے کے بعد سیدھی ہو گئی تھی۔ان تمام سے قبیلہ قضاعہ کے ذُوَید (نام زَید بن نَہد) (۴۲) نے سب سے زیادہ یعنی چار سو سال عمر پائی۔(۴۳)

لغت یمن میں تبع سے مراد ایسا بادشاہ جس کی اتباع کی جائے۔مسعودی کہتے ہیں کسی بادشاہ کو اس وقت تک تبع نہیں کہا جاتا تھا جب تک وہ یمن، شحر اور حضر موت پر تسلط نہ جما لیتا تھا پہلے تبع کا نام حارث بن رائش تھا وہ ابن ھمال بن ذی شدد تھا۔ اس کو رائش کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بخشش و عطا کے دروازے ہر کسی لئے کھلے تھے۔(۴۴)

مختلف امور کے مؤجدین کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں یہ معلومات الروض الانف کی تمام جلدوں میں موجود ہیں لیکن جلد اول میں اولیات کا ذکر سب سے زیادہ ہے۔ یہاں طوالت سے بچنے کے لئے صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱) حضرت نوحؑ (۴۵) جن کا نام عبدالغفار تھا ان کا والد لامک (۴۶) لکڑی (عود) کو موسیقی کے لئے استعمال کرنے والا پہلا شخص تھا۔سب سے پہلے اسی نے پانی کے حوض بنائے۔(۴۷)

۲) امیم (۴۸) نے سب سے پہلے لکڑی چیر کر چھت بنائی۔(۴۹)

۳) نسات کا آغاز قلمس (۵۰) نے کیا۔(۵۱)

۴) آپ ﷺ نے فرمایا (۵۲)’’جس شخص نے سب سے پہلے قلم سے لکھا وہ حضرت ادریسؑ تھے‘‘۔(۵۳)

۵) آپ ﷺ نے فرمایا(۵۴) ’’ جس شخص نے سب سے پہلے عربی رسم الخط میں لکھا وہ حضرت اسماعیل(۵۵) تھے‘‘۔(۵۶)

۶) خالد بن سعید (۵۷) نے سب سے پہلے بِسمِ اللہِ الرَّحمنِ الرَّحِیم لکھی۔ (۵۸)

۷) کعب بن لوی (۵۹) پہلے شخص تھے جنہوں نے لوگوں کو عروبہ (۶۰) کے دن جمع کیا۔ اسلام میں اس دن کو جمعہ کے دن سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق کعب نے ہی اس دن کو جمعہ کہا تھا۔ (۶۱) جبکہ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے قبل انصار نے ایک جگہ جمع ہو کر اس دن کا نام جمعہ رکھا۔ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ (۶۲) نے نماز جمعہ پڑھائی۔ (۶۳)

۸) حضرت محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے واپس تشریف لائے تو مخیرّ (۶۴) کا مال اوقاف بنا دیا یہ پہلی وقف ہے جو اسلام میں مقرر کی گئی۔ (۶۵)

۹) الجامع میں ابن وھب کی روایت کے مطابق عتبہ بن مسعود (۶۶) پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو مصحف کا نام دیا۔ (۶۷)

۱۰) ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے دور اسلام میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق سے طائف والوں پر پتھر برسائے۔ (۶۸) بیان کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں جذیمہ بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس (نام : ابرش، طائف کے بادشاہوں میں سے ایک) پہلا شخص ہے جس نے منجنیق سے پتھر برسائے۔ امام سہیلی بیان کرتے ہیں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے شمع روشن کی۔ (۶۹)

نیز غلاف کعبہ چڑھانے (۷۰) خندق کھودنے (۷۱) حدی خوانی (۷۲) عتیرہ کو ذبح کرنے (۷۳) تلواروں کے استعمال (۷۴) قریض اور رجز کہنے (۷۵) تاج پہننے (۷۶) پہلے جزیہ (۷۷) کانوں میں سوراخ کرنے (۷۸) خضاب لگانے (۷۹) کے علاوہ بہت سے دیگر امور کے آغاز کے متعلق معلومات الروض الانف میں موجود ہیں۔

۲: بیان انساب میں اسلوب:

عرب اپنے نسب پر فخر کرتے تھے۔

النّسبُ لُغَة کما فی لسان العرب : نسب القرابات و ھو واحدالانساب ابن سیدہ: النِّسبَة وَ النُّسبَةُ وَ النَّسَبُ القرابة ؛(۸۰) وَ قیل: ھو فی الآباء خاصه ، وَ قِیل : النِّسبَة مصدر الانتساب ؛ وَالنُّسبَة : الاسمُ ۔ التھذیب النسب یکون بالاباء و یکون الی البلاد و یکون فی الصناعة ۔ و جمع النّسبِ انساب ۔(۸۱)

وَ النّسَبُ اصطلاحاً کما فی ابجد العلوم(۸۲) : ھو علم بتعریف منه انساب الناس ، و

قواعده الكليه والجزية و الغرض منه احتراز عن الخطاء فى نسب شخص ، و هو علم عظيم النفع جليل القدر اشار الكتاب العظيم فى (وَ جَعَلنكُم شُعُوبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا) (٨٣) الى تفهمه و حث الرسول الكريم فى: (تعلموا من الانسابكم ما تصلون به ارحامكم)(٨٤) و العرب قد اعتنى فى ضبط نسبه الى ان اكثر اهل اسلام و اختلط انسبهم الاعجام فتعذر ضبطه بالاباء ۔ فانتسب كل مجهول النسب الى بلده او حرفته او نحو ذ لك حتى غلب هذا النوع ۔(٨٥)

امام سہیلی علم الکنیٰ اور علم انساب جیسے دقیق علوم میں خاص مہارت رکھتے ہیں ۔الروض الانف میں حضرت محمد ﷺ کے نسب پاک سے آغاز کرتے ہوئے اپنی تحریر کو بہت سے علوم سے آراستہ کرتے ہیں اور اہم معلومات کا خزانہ اس میں سمو دیتے ہیں ۔جیسے آپ ﷺ کے نام کی اہمیت ، یہ نام رکھنے کی وجوہات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے آباء واجداد کے نام ، القاب ، ناموں کے مطالب ، اعراب ، کنیت ، اور اہم ذمہ داریاں بھی بیان کرتے ہیں ۔ آپ ﷺ کے نسب کے متعلق علماء کے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں ۔اسی طرح قبائل کی وجہ تسمیہ ان کے آباء ، انبیاءؑ ، صحابہ کرامؓ ، شعراء اور دیگر شخصیات کا نام ونسب ، کنیت ، لقب ماں بلکہ بعض جگہ نانی ، پڑنانی کا نام اور نام کی وجہ تک بیان کر دیتے ہیں ۔نسب کے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں بعض مقامات پر اس کی تصحیح کرتے ہیں اور اشکالات نسب رفع کرنے کی حتی الامکاں سعی کرتے ہیں ۔

حضرت محمد ﷺ کے نسب کے بیان میں اختلاف کی وضاحت :۔

ابن ہشام نے حضور ﷺ کا نسب حضرت آدم تک زیاد بن عبداللہ البکائی سے محمد بن اسحٰق المطلبی کے حوالے سے بیان کیا ہے ۔امام سہیلی حضور ﷺ کے نسب اور اس میں اختلاف کی وضاحت کرتے ہیں ۔امام صاحب حضرت محمد ﷺ کا نسب عدنان تک بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں ۔عدنان کے بعد نسب میں کافی اختلاف ہے:

وَمَا بَعُدَ عَدُنَانَ مِنُ الْاَسُمَاءِ مُضُطَرَبٌ فِيه، فَالّذِى صَحّ عَنُ رَسُولِ الله ﷺ أنّهُ انْتَسَبَ الَى عَدُنَانَ لَمُ يَتَجَ۔۔۔۔اوَزْهُ،بَلُ قَدُ رُوِىَ عَنُ طَرِيقِ ابُنِ عَبّاسٍ أَنّهُ لَما بَلَغَ عَدُنَانَ قَالَ: ”كَذَبَ النّسّابُونَ مَرّتَيُنِ أَوُ ثَلَاثًا“، (٨٦)وَالْأَصَحّ فِى هَذَا الُحَدِيثِ أَنّهُ مِنُ قَوُلِ ابُنِ مَسُعُودِ، وَرُوِىَ عَن عُمَرَؓ أَنّهُ قَالَ: ”اِنّمَا نَنُتَسِبُ اِلَى عَدُ نَانَ وَمَا فَوُقَ ذَ لِكَ لَا نَدُ رِى مَا هُو“(٨٧) وَأَصَحّ شَىُءٍ رُوِىَ فِيمَا بَعُدَ عَدُنَانَ مَا ذَكَرَالدّ وُلَا بِىّ أَبُو بِشُرٍ(٨٨) مَنُ طَرِيقِ مُوسٰى بُنِ يَعُقُوبَ عَنُ عَبُدِاللّٰه بُنِ وَهُبِ بُنِ زَمُعَةَ الزّ مَعِىّ عَنُ عَمّتِهِ عَنُ أُمّ سَلَمَةَ عَنُ

النّبی ﷺ أَنّهُ قَالَ: "مَعَدّ عَدْ نَانَ بْنِ أُ دَدِ بُنِ زَنْدٍ۔ بِا لنّونِ۔ بُنِ الُیَرَی بُنِ أَعُرَاقِ الثّرَی"(۸۹)قَالَتُ أُمّ سَلَمَةَ: فَزَنُدٌ هُوالهَمَیُسَعُ، وَالُیَرَع هُوَ نَبُتٌ، وَأَعُرَاقُ الثّری هُوَ اِسُمَاعِیلُ؛ لِأَنّهُ ابُنُ اِبُرَاهِیمَ، وَ اِبُرَاهِیمُ لَمُ تَأ كُلُهُ النّارُ كَمَا أَنّ النّارُ كَمَا لَا تَأُكُلُ الثّرَی۔(۹۰)

عدنان کے بعد نسب میں کافی اضطراب ہے۔نبی اکرم ﷺ سے صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ﷺ عدنان تک ہی نسب بیان فرماتے۔ بلکہ ابن عباس کے طریق سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ جب عدنان تک پہنچے تو دو یا تین مرتبہ فرمایا۔آگے نسب بیان کرنے والے دروغ گو ہیں۔حضرت عمرؓ فرماتے تھے'' ہم عدنان تک ہی نسب بیان کرتے ہیں۔اس سے آگے نسب سے ہم آشنا نہیں۔''

وہ صحیح روایت جس میں عدنان کے بعد نسب کا ذکر ہے اسے الدولابی ابوالبشر (۹۱) نے موسٰی بن یعقوب کی سند سے عبد اللہ بن وھب بن زمعہ بن الزمعی نے اپنی پھوپھی سے انہوں نے ام سلمہؓ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔'' معد بن عدنان بن ادد بن زند۔ بالنون۔ بن الیری بن اعراق الثری'' حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ زند سے مراد الھمیسع ہے جبکہ یری سے مراد نبت اور اعراق الثری سے مراد حضرت اسماعیلؑ ہیں۔کیونکہ آپ حضرت ابراہیمؑ کے لخت جگر ہیں اور حضرت ابراہیمؑ پر ہی آتش نمرود گلزار ہوئی تھی۔بالکل اسی طرح آگ تر مٹی کو کچھ نہیں کہتی۔(۹۲)

حضرت آدم تک نسب بیان کرنے کے بعد مختلف نقطہ ہائے نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" وَ اِنّمَا تَكَلّمُنَا فِی رَفُعِ هَذَا النّسَبِ عَلَی مَذُهَبِ مَنُ رَأَی ذَلِكَ مِنَ الُعُلَمَاءِ۔وَلَمُ يَكُرَهُه كَابِنِ اِسحق وَ الطّبَرِ یّ (۹۳) والبُخَارِی وَ الزبیریین، وَ غَیُرِهِمُ مِنُ الُعُلَمَاءِ. وَأَمّا مَالِكٌ۔ رَحِمَهُ اللّه۔(۹٤) فَقَدُ سُئِلَ عَنُ الرّ جُلِ يَرُفَعُ نَسَبَهُ اِلَی آدَمَ فَكَرِهَ ذَلِكَ. قِيلَ لَهُ: فَاِلَی اِسُمَاعِیلَ فَأَنُكَرَ ذَلِكَ أَیضًا.وَقَالَ: وَمَنُ يُخُبِرهُ بِهِ؟ وَكَرِهَ أَیضًاأَنُ يَرُفَعَ فِی نَسَبِ الُأَنُبِيَاءِ مِثُلَ أَنُ يُقَالَ: اِبُرَاهِیمُ فُلَانِ بُنِ فُلَانٍ. قَلَ: وَمَنُ يُخُبرُهُ بِهِ؟ وَقَعَ هَذَا الُكَلَامُ لِمَا لِكٍ فِی الُكِتَابِ الُكَبِیرِ الُمُنُسُوبِ اِلَی الُمُعَیُطِیّ وَ اِنّمَاأَصُلُهُ لِعَبُدِ اللّه بُنِ مُحَمّدِ بُنِ مُحَمّدِ بُنِ حُنَیُنٍ.وَتَمّمَهُ الُمُعَیُطِیّ،فَنَسَبَ اِلَیهِ. وَقَوُلُ مَالِكٍ هَذَا نَحُوُمِمَّا رُوِیَ عَنُ عُرُوَةَ بنِ الزّبَیُرِ أَنّهُ قَالَ:مَاوَجَدُنَا أَحَدًا يَعُرِفُ مَا بَیُنَ عَدُنَانَ وَ اِسُمَاعِیلَ وَعَنُ ابُنِ عَبّاسٍؓ، قَالَ: بَیُنَ عَدُنَانَ وَ اِسُمَاعِیلَ ثَلَاثُونَ أَبًا لَا يُعُرَفُونَ۔(۹۵)

امام سہیلی فرماتے ہیں ہم نے یہ نسب اس شخص کے نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا ہے جو اسے بیان کرنے کے جواز کا قائل ہے اور اسے مکروہ نہیں سمجھتا مثلاً: ابن اسحٰق ،طبری، امام بخاری اور ابن زبیرؓ وغیرہ۔لیکن بعض علماء جیسے امام مالکؒ کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے۔ان سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نسب پاک کو حضرت آدمؑ تک بیان کرتا ہے۔آپ نے اسے ناپسند کیا پھر حضرت اسماعیلؑ تک نسب بیان کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا انہوں نے اسے بھی ناپسند کیا۔انہوں نے فرمایا ایسے شخص کو یہ نسب کون بتاتا ہے؟انہوں نے انبیاء کے نسب نامے بیان کرنے کو سخت ناپسند فرمایا۔امام مالک کا یہ نقطہ نظر اس کتاب کبیر میں مرقوم ہے جو معیطی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کتاب کے اصل مصنف عبداللہ بن محمد بن حنین ہیں۔معیطی نے اسے مکمل کیا اور یہ کتاب انہی کی طرف منسوب کر دی گئی۔حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول بھی امام مالک کے قول سے مشابہت رکھتا ہے وہ فرماتے ہم کسی ایسے شخص سے بھی آگاہ نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کے مابین نسب سے آشنا ہو حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے’’ عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کے مابین تیس ایسے اجداد ہیں جن سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔‘‘

نسب کا تفصیلاً ذکر:

ابن ہشام نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وَھب ،ان کی والدہ بَرہ بنت عبدالعزی ، بَرّہ کی والدہ اُم حَبیب بنت اسداور ام حبیب کی والدہ برّہ بنت عوف کا ذکر مکمل نسب کے ساتھ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَشرَفُ وَلَدِ آدَمَ حَسَبًا ، وَ اَفضَلُهُم نَسَبًا مِن قِبَلِ اَبِيهِ وَ اُمِّهِ ﷺ(۹۶)

امام سہیلی اس کی شرح کرتے ہوئے مزید معلومات اس طرح فراہم کرتے ہیں:

ذَكَرَ فِي اٰخِرِهِنّ: بَرَّةَبِنتَ عَوفِ بنِ عُبَيدِ بنِ عُوَيجِ بنِ عَدِيّ وَهُنّ كُلّهُنّ قُرَشِيّاتٌ، وَلِذَلِكَ وَقَفَ فِي بَرّةَ، وَإِنْ كَانَ قَدْ ذَكَرَ أَهْلُ النّسَبِ بَعْدَ هَذَا: أُمّ بَرّةَ أُمّ أُمّهاء، وَ اُمّ اُمّ الاُمّ وَلَكِنّهُنّ مِنْ غَيرِقُرَيشٍ.قَالَ مُحَمّدُ بنُ حَبِيبٍ: (۹۷)وَ اُمِّ بَرَّة قِلَابَةبِنتُ الحَارِثِ بنِ مَالِكُ بنُ طَابِخَةَ بنِ صَعصَعَةَ ابنِ غَادِيَةَ بنِ كَعبِ بن طَابِخَةَ بُنِ لِحيَانَ بُنِ هُذَيلٍ، وَ اُمِّ قِلَابَةَ اُمَيمَةُ بِنتُ مَالِكِ بنِ غَنمِ بنِ لِحيَانَ ابنِ غَادِيَةَ بنِ كَعبٍ وَ اُمِ اُمَيمَةَ : دَبَّةُ بِنتُ الحَارِثِ بنِ لِحيَانَ بُنِ غَادِيَةَ وَأُمّهَا: بِنتُ [يَربُوعِ بنِ نَاضِرَةَبنِ غَاضِرَةَ] كَهفِ الظّلمِ مِنْ ثَقِيفٍ، وَذَكَرَ الزّبَيرُ قَلَابَةَ بِنتَ الحَارِثِ وَزَعَمَ أَنّ أَبَاهَا الحَارِثَ كَانَ يُكَنّى: أَبَاقَلَابَةَ۔(۹۸)

اختلافِ نسب کا ذکر:

ابن ہشام نے ثقیف کا نسب اس طرح تحریر کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ: ثَقِيفٌ: قَسِيّ بْنُ مُنَبِّهِ بْنِ بَكْرِ بْنِ هَوَازِنَ بْنِ مَنْصُورِبْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ خَصَفَةَ ابْنِ قَيْسِ بْنِ عَيْلَانَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارَ بْنِ مَعَدّ بْنِ عَدْنَانَ، (۹۹)

امام سہیلی لکھتے ہیں۔

"وَأَمَّا ثَقِيفٌ وَمَا ذُكِرَ مِنَ اخْتِلَافِ النّسّابِينَ فِيهِمْ، فَبَعْضُهُمْ يَنْسُبُهُمْ إلَى إيَادٍ،وَبَعْضُهُمْ يَنْسُبُهُمْ إلَى قَيْسٍ، وَقَدْ نُسِبُوا إلَى ثَمُودَ أَيْضًا۔"(۱۰۰)

ثقیف کے نسب میں نسابین کا اختلاف ہے ۔بعض اسے ایاد سے منسوب کرتے ہیں بعض قیس سے اور اسے ثمود سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں۔

ثقیف کے نسب کے متعلق ایک نسخہ میں ابن ایاد بن معد ہے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ قاضی ابوالولید نے اس نسب کو تبدیل کر دیا تھا۔اور معد کی جگہ ابن معد (نزار) کو لکھ دیا تھا۔کیونکہ ایاد نزار کا بیٹا تھا۔وہ معد کا صلبی بیٹا نہ تھا۔معد کے ایک صلبی بیٹے کا نام بھی ایاد تھا۔ابن اسحٰق نے اس کا ذکر کیا ہے۔وہ ایاد کا چچا تھا۔(۱۰۱)

ابن ہشام نے معد کے چار بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔نزار بن معد، قضاعہ بن معد (۱۰۲)، قنص بن معد اور ایاد بن معد، (۱۰۳) امام سہیلی لکھتے ہیں کہ نزار میں علماء کا اتفاق ہے کہ وہ معد کا ہی بیٹا تھا باقی اولاد میں اختلاف ہے۔ ان میں جُشَم بن مُعد، سلھم بن معد، جُنادہ بن مُعد، قُنَاصہ بن مُعد، قُنُص بن معد، سنام بن معد، عوف، وحیدان، اود، عُبَید الرّمّاح، حَیدہ، حَیادہ، جُنَید، قُحم شامل ہیں۔اکثر اہل نسب کا خیال ہے کہ قضاعہ ابن معد کو ہی کہا جاتا ہے۔یہ زبیریین اور ابن ہشام کا نقطہ نظر ہے۔

معد کے بارے میں حضور ﷺ سے دو احادیث منقول ہیں۔ایک ہشام بن عروہ کی سند سے حضرت عائشہؓ کی روایت کہ حضور ﷺ سے قضاعہ کے بارے میں پوچھا گیا پس فرمایا ''وہ ابن معد ہے اور اس کا پہلا بچہ ہے۔'' ابو عمر کہتے ہیں ہشام بن عروہ کے علاوہ اور کسی شخص نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ یہ حدیث ایک دوسری حدیث کے معارض ہے جسے حضرت عقبہ بن عامر الجُہنیؓ نے روایت کیا ہے اور جُہینہ ابن زید بن لیث ابن سود بن اسلُم بن الحاف بن قضاعہ ہیں۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس کی اولاد ہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔"انتم بنو

مَالِكِ بنِ حِميَر'' تم بنو مالک بن حمیر کی اولاد ہو۔(۱۰۴)

امام سہیلی کہتے ہیں جب قضاعہ کے متعلق دو قول معارض آ گئے اور دونوں کے پاس دلائل ہیں تو ہم نے علامہ زبیر کے قول کو ملاحظہ کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں فریق سچے ہیں۔

علامہ زبیر نے الکلبی سے روایت کیا ہے کہ مالک بن حمیر کی بیوی عُکبُرہ نے قضاعہ کو دودھ پلایا تھا پھر معد نے اس کے ساتھ شادی کر لی پھر اس نے قضاعہ کی تربیت کی اور اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور اسی کے نام پر اپنی کنیت رکھی۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ قضاعہ معد کے گھر ہی پیدا ہوا اور اسی کی طرف منسوب ہوا۔ جس طرح بنو عبد مناۃ بن کنانہ کو علی بن مسعود بن مازن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ علی بن مسعود نے ان کے باپ کی پرورش کی تھی وہ ان کی ماں کا خاوند تھا۔ اس لئے انہیں بنو علی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح عُکُل نے بنو عوف بن ود بن طابخہ کی پرورش کی تھی یہ بھی اپنے نسب کو عُکُل کی جانب منسوب کرتے ہیں۔(۱۰۵) ابن اسحٰق کہتے ہیں قضاعہ ہی بکر بن معد تھا بکر آدمی کے پہلے بچے کو کہتے ہیں دوسرے کو ثنیٔ اور تیسرے کو ثلث کہا جاتا ہے اس کے بعد پیدا ہونے والے بچے کو اس قسم کا کوئی نام نہیں دیا جاتا۔(۱۰۶)

رفع اشکالات نسب:

نسب میں پائے جانے والے اشکالات وہی شخص رفع کر سکتا ہے جو فکر دقیق اور نظر عمیق کا حامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے امام سہیلی کو ان خصائص کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اس عطیہ باری تعالیٰ کے استعمال کا حق پوری دیانتداری سے ادا کیا۔ الروض الانف میں اس کی مثالیں متعدد مقامات پر فکر و نظر کو جلا بخشتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ کے نسب میں ابن اسحٰق کے فکری اشکال کو رفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَذَكَرَ أُمّ عَبدِاللّٰه بنِ عَبدِ المُطّلِبِ، وَهِیَ: فَاطِمَةُ بِنتُ عَمرِو بنِ عَائِذِ بنِ عِمرَانَ، هَكَذَا قَالَ ابنُ هِشَامٍ.وَقَالَ ابنُ اِسحَاق: عَائِذُبنُ عَبدِ بنِ عِمرَانَ بنِ مَخزُومٍ، وَالصّحِيحُ مَاقَالَهُ ابنُ هِشَام؛ لِأَنّ الزّبَيرِيّينَ ذَكَرُوا أَنّ عَبدًا هُوَ أَخُو عَائِذِ بنِ عِمرَانَ، وَأَنّ بِنتَ عَبدِ هِیَ: صَخرَةُ امرَأَةُ عَمرِو بنِ عَائِذٍ عَلَى قَولِ ابنِ اِسحَاقَ؛ لِأَنّهَا كَانَت لَهُ عَمّةٌ، لا بنتَ عَمّ، فَتأَمّلهُ فَقَد تكَرّرَ هَذَا النّسَبُ فِی الّسيرَتِ مِرَارٍ، وَفِي كُلّ ذَلِكَ يَقُولُ ابنُ اِسحَاقَ: عَائِذُ بُنُ عَبدِ بنِ عِمرَانَ، وَ يُخَالِفُهُ ابنُ هِشَامٍ. وَصَخرَةُ بِنتُ عَبدٍ امُ فَاطِمَةَ أُمّهَا: تَخمُرُ بِنتُ عَبدِ بنِ قُصَیّ، وَأُمّ تَخمُرَ: سُلمَى بِنتُ عُمَيرَةَ بنِ وَدِيعَةَ بنِ الحَارِثِ بنِ فِهرٍ۔ قَالَهُ الزّبَيرُ۔(۱۰۷)

ابن ہشام نے حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کی والدہ کا ذکر کیا ہے۔اوران کا نام ابن ہشام کے مطابق فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران ہے جبکہ ابن اسحٰق نے عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم کہا ہے اورابن ہشام کا قول درست ہے۔ زبیربیین نے ذکرکیا ہے کہ عبد عائذ بن عمران کا بھائی تھا۔اور وہ (صخرہ) عبد کی بیٹی تھی۔صخرہ عمرو بن عائذ کی بیوی تھی۔ابن اسحٰق کے قول کے مطابق وہ ان کی پھوپھی بنتی ہے نہ کہ چچازاد بہن۔اس پرغور کرو۔سیرت میں یہ نسب بارہا آیا ہے۔ ہرجگہ ابن اسحٰق نے عائذ بن عبد بن عمران کہا ہے اور ابن ہشام ان کی مخالفت کرتے ہیں۔فاطمہ کی ماں صخرہ بنت عبد کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی اور تخمر کی ماں کا نام سُلمی بنت عُمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر تھا یہ زبیر کا قول ہے۔

قبائل کے ناموں کی وجوہ اوررفع اشکال کے لیے اشعار سے استدلال:

ابنِ ہشام نے انہدامِ کعبہ کے لیے ابرہہ کے خروج، میں خثعم کے دوقبائل کا ذکر کیا ہے۔

امام سہیلی اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

وَذَكَرَ قَوْلَ نُفَيْلٍ الْخَثْعَمِيّ: وَهَاتَانِ يَدَایَ لَكَ عَلَى شَهْرَانَ وَنَاهِسَ، وَهُمَا قَبِيْلَا خَثْعَمَ، أَمَا خَثْعَمُ: فَاسْمُ جَبَلٍ سُمّيَ بِهِ بَنُو عِفرِسِ بْنِ خُلُفِ بْنِ أَفْتَلَ بْنِ أَنْمارٍ؛ لِأَنّهُمْ نَزَلُوا عِنْدَهُ، وَقِيلَ: اِنّهُمْ تَخَثعَمُوا بِالدّمِ عِنْدَ حِلْفٍ عَقَدُوهُ بَيْنَهُمْ، أَیْ:تَلَطّخُوا، وَقِيلَ: بَلْ خَثْعَمُ ثَلَاثٌ، شَهْرَانُ وَنَاهِسُ وَأَكْلُبُ، غَيْرَ أَنّ اكْلُبَ عِنْدَ أَهْلِ النّسَبِ هُوَ: ابْنُ رَبِيعَةَ بْنِ نِزَارٍ وَلَكِنّهُمْ دَخَلُوا فِي خَثْعَمَ، وَانْتَسَبُوا اِلَيهِمْ، فَاَللّه أَعْلَمُ۔(۱۰۸)

ابن ہشام نے نفیل الخثعمی کا قول بیان کیا ہے وہ دونوں معاون و مددگار قبیلے شہران اور ناہس تھے اور دونوں قبیلے خُثعم سے تھے۔خثعم ایک پہاڑ کا نام ہے کیونکہ بنوعفرس بن خلف بن افتل بن انمار نے اسی پہاڑ کے دامن میں ڈیرہ لگایا تھا۔اس لئے اسے اسی نام سے پکارا جانے لگا۔بعض علماء فرماتے ہیں انہیں خثعم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ایک دوسرے کی اعانت کا وعدہ کرتے تھے تو اپنے ہاتھوں کوخون آلود کرکے قسم اٹھاتے تھے اسی وجہ سے انہیں اس نام سے موسوم کیا جانے لگا۔خثعم میں تین قبائل تھے شہران ناہس اور اکلب۔اہل نسب کے نزدیک اکلب سے مراد ابن ربیعہ بن نزار ہے۔لیکن وہ قبائل خُثعم میں شامل ہوگیا۔اوراپنے آپ کواسی کی جانب منسوب کرنے لگا۔خُثعم کا ایک شخص کہتا ہے۔

مَا اكلُبُ مِنّا وَ لَا نَحنُ مِنهُم(۱۰۹)

ایک اکلبی جواب میں اپنے قبیلے پرفخر کرتے ہوئے کہتا ہے

اِنّی مِنَ القَومِ الّذِینَ نَسبتَنِی اِلَیھِم کَرِیمُ الجَدّ وَ العَمّ وَ الاَبِ(۱۱۰)

نسب کی تصحیح :۔

وَذَکَرَ قَوْلَ ابْنِ الزّبَعْرَی:(۱۱۱) تنکّلُوا عَنْ بَطْنِ مَکّۃَ. الْبَیْتُ، وَنَسَبَہُ اِلَی عَدِ یّ بْنِ سُعَیدِ بْنِ سَھْمٍ وَ کَرّ رَ ھَذَا النّسَبَ فِی کِتَابِہِ مِرَارًا وَھُوَخَطَأٌ، وَالصّوَابُ: سَعْدُ بْنُ سَھْمٍ، وَاِنّمَاسُعَیْدٌ أَخُو سَعْدٍ، وَھُوَ فِی نَسَبِ عَمْرِوْبْنِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، وَقَدْ أَنْشَدَ فِی الْکِتَابِ مَا یَدُلّ عَلَی خِلَافِ قَوْلِہِ وَھُوَ قَوْلُ الْمُبْرِقِ وَھُوَ عَبْدُاللہ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَدِیّ بْنِ سَعْدٍ:

فَاِنْ تَکُ کَانَتُ فِی عَدِیّ أَمَانَۃٌ عَدِیّ بْنِ سَعْدٍ فِی الْخُطُوبِ الْأَوَائِلِ

فَقَالَ: عَدِیّ بْنُ سَعْدٍ، وَلَمْ یَقُلْ: سُعَیْدٌ، وَکَذَ لِکَ ذَکَرَہُ الْوَاقِدِیّ وَالزّ بیْرِ یّون وَغَیْرُھُمْ(۱۱۲)

امام سہیلی کہتے ہیں''ابن اسحٰق نے ابن زبعری کا قول'' مکہ کی وادی سے خوفزدہ ہوکرنکل گئے'' ذکر کیا ہے اور اس کے نسب میں عدی بن سُعید بن سہم کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے یہ نسب اس کتاب میں کئی مرتبہ ذکر کیا ہے لیکن یہ غلط ہے صحیح سعد بن سہم ہے۔جبکہ سعید سعد کا بھائی تھا۔وہ عمرو بن العاص بن وائل کے نسب میں ہے۔انہوں نے اس کتاب میں ایسا شعر درج کیا ہے جو ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔اور وہ المبرق عبداللہ بن الحارث بن عدی بن سعد کا شعر ہے۔

''اگر تمہارے پاس عدی یعنی عدی بن سعد کے متعلق سابقہ معاملات میں کوئی امانت ہو''۔

پس عدی بن سعد کہا نہ کہ سُعَید واقدی اور زبیر یون نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔(۱۱۳)

وضاحت نسب میں ترجیح اقوال:۔

امام سہیلی دقت نظر سے مختلف اقوال کا جائزہ لینے کے بعد آثار وقرائن کی روشنی میں ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔آپ کے پیش نظر احادیث، دیگر ماہرین انساب کی آراء، تاریخ ما قبل اسلام اور شعراء کا کلام ہوتا ہے جس کی روشنی میں آپ وجہ ترجیح بیان کر دیتے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں قصی بن کلاب کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں ا۔عبد مناف بن قُصّی ،۲۔عبد الدار بن قصی ،۳۔عبد العزّیٰ بن قصی ،۴۔عبد بن قصی چاروں بیٹوں کے نام تھے جبکہ بیٹیوں کے نام ا۔تَخمُرُ بنت قصی اور ۲۔برّہ بنت قصی تھے۔ان کی ماں حُبّی بنت حُلیل بن حبشیہ بن سَلُول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھی۔

امام سہیلی کہتے ہیں ابن اسحٰق نے حُلَیل بن حُبشِیہ کا ذکر کیا ہے بڑی کالی چیونٹی کو حُبشِیہ کہتے ہیں ۔قُصیّ نے

حُلَیل کی بیٹی ''حُبی'' سے شادی کی اس کے ہاں عبد مناف اور اس کے بھائی پیدا ہوئے ۔ابن اسحٰق کے علاوہ ایک اور ماہر نسب کہتا ہے عبد مناف کی ماں کا نام عاتکہ بنت ھِلال بن بالج (یافالج) بن ذَکوان ، ہاشم کی والدہ کا نام عاتِکہ بنت مُرّ ہ پہلی دوسری کی چچی تھیں ۔ام وھب حضور ﷺ کی ماں کی طرف سے نانی تھیں ۔اس کا نام بھی عاتِکہ بنت الاوقص بن مُرّ ہ بن ہِلال تھا انہیں عواتک کہا جاتا تھا ۔ نبی ﷺ انہی کے ہاں پیدا ہوئے ۔آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اَنَاابنُ العَواتِكِ مِن سُلَیم''(۱۱۴) اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ بنوسلیم کی تین عورتوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا ان تمام کا نام عاتکہ تھا لیکن پہلی توجیہہ درست ہے ۔ عاتِکه بنت مُره کی ماں کا نام مَاوِیَه بِنتُ حَوزَة بنِ عَمرِو بن مُرّه تھا۔اس کا بھائی عامر بن صَعصَعہ تھا۔یہی بنوسلول تھے ماویه کی ماں کا نام أُناس المُذحِجِیه تھا۔(۱۱۵)

خلاصۂ بحث:

امام سہیلی کے منہج کے اس مختصر بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام صاحب نے تاریخ قبل از اسلام اور تاریخ اسلام کا عمیق مطالعہ کیا ہے اور غور وفکر کے بعد حاصل ہونے والے قیمتی نکات کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔ آپ نے مطالعہ کتب کے ساتھ فکر و ادراک کو اپنا مطمع نظر بنایا اور گوہر نایاب حاصل کئے۔معلومات کے یہ موتی آپ کی تصانیف میں حسن آرائی کے لئے جا بجا موجود ہیں ۔تاریخ میں تحقیق وتنقیح دقت نظر کی متقاضی ہے جس سے امام سہیلی نے بطریق احسن کام لیا ہے۔اسی طرح فن انساب ایک مشکل فن ہے لیکن اس میں مہارت کے باعث مشکل مقامات سے امام سہیلی مکمل اعتماد کے ساتھ گزر جاتے ہیں ۔تاریخ وانساب سیرت کا اہم حصہ اور الروض الانف کے اہم پہلوؤں میں شمار ہوتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) آپ کا نسب عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن اصبغ بن حسین بن سعدون بن رضوان بن فتوح ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ فرمایئے ابن خلکان، القاضی احمد بن محمد بن ابوبکر، وفیات الاعیان و انباء الزمان ،مصر ۱۳۱۰ھ، ذھبی محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ دائرۃ المعارف الدین حیدر آباد ۱۳۳۳ھ،اور دیگر کتب تراجم کے علاوہ تحقیق کے ساتھ تفصیلی حالات، ڈاکٹر محمد ابراہیم البنا، ابوالقاسم السہیلی و مذھبہ نحوی ، دار البیان العربی للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵م، ص:۴۱ تا ۸۹

(۲) ابن الابار التکملہ لکتاب الصلہ ،نشر الثقافۃ الاسلامیہ، القاہرہ ۱۹۵۶م ص:۵۷۱

(۳) ابو القاسم السھیلی و مذھبہ نحوی،ص:۱۲۰

(۴) سہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، الروض الانف ومعہ السیرۃ النبویہ تحقیق عبداللہ المنشاوی دار الحدیث قاہرہ ۲۰۰۹م

(۵) سہیلی ، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ،التعریف و الاعلام ، الانوار ۱۳۵۶ھ، ۱۹۳۸م

(۶) السخاوی ،شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن ،الاعلان با لتوبیخ ، مترجم ڈاکٹر سید محمد یوسف ، مرکزی اردو بورڈ لاہور،ص:۲۷

(۷) ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری م: ۳۹۸ھ

(۸) عبدالملک بن قریب الاصمعی ،ف ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷ مختلف روایات ہیں۔

(۹) بنوتمیم،عرب کا معروف قبیلہ

(۱۰) الاعلان بالتوبیخ،ص:۲۹

(۱۱) ایضاً:۳۰

(۱۲) مبتدا یعنی ابتدائے آفرینش

(۱۳) مبعث یعنی رسول اللہ کی بعثت

(۱۴) اسرائیلیات: یہودی ونصرانی ثقافت جسے تفسیر قرآن میں جگہ دی گئی۔

(۱۵) الروض الانف :۱/ ۳۴۷ مزید ذکرا/ ۲۵۶

(۱۶) عبدالمطلب کے بیٹے: فاطمہ بنت عمرو سے عبداللہ، ابوطالب، زبیر، نُتیلہ بنت جناب سے عباس اورضرار، ہالہ بنت وھیب سے حمزہ، صفیہ من بنی عامر سے حارث، لبنی بنی خزاعیہ سے ابی لھب، (ابن حزم نے المقوم کی ماں

اور دوسرے بیٹوں کا نام ذکر نہیں کیا) جمھرہ انساب العرب:۱۵ مختلف روایات جمع کرنے کے بعد بارہ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔حارث ،قثم (ماں: صفیہ) عباس ،حمزہ ،حجلا ،المقوم ،(ہالہ)،عبداللہ ،ابوطالب ،زبیر ،عبدالکعبہ (فاطمہ بنت عمرو بن عائذ) ضرار (نتیلہ) ابولہب (لبنیٰ)

(۱۷) الروض الانف:۱/۴۸

(۱۸) حبشہ یا بلادحبش :بلاد من افریقیة الشرقیه واقعة الی الجنوب الغربی من البحر الاحمر، دائرۃ المعارف:۶/۶۷۳

(۱۹) مَعدِی کَرِب حمیری زبان کا نام ہے۔اس کا معنی کامیاب انسان کا چہرہ ہے۔معدی چہرہ کواور کرب کامیابی کو کہتے ہیں۔الروض:۱/ ۱۱۷

(۲۰) الروض الانف:۱/ ۱۰۹

(۲۱) ایضاً:۱/۳۴

(۲۲) ابن ہشام ابومحمد عبدالملک ،السیرۃ النبویه، داراحیاء تراث العربی، بیروت، لبنان۱۹۳۲م،ص:۱/ ۵۰

(۲۳) القرآن الکریم (۴۲/۱۳)

(۲۴) قرآن مجید: ترجمہ از شاہ رفیع الدین دہلوی ووحیدالزمان خان:۵۷۷

(۲۵) الروض الانف:۱/۴۰

(۲۶) ایضاً:۱/۱۰۹

(۲۷) الرّاجز، شاعرترجمہ کے لئے دیکھئے: ابن قتیبہ ، ابومحمد عبد اللہ بن مسلم ،الشعرو الشعراء دار الثقافۃ بیروت (س۔ن)،ترجمہ نمبر۱۰۹،ص:۲/ ۱۰۵

(۲۸) یَزدَ جِردُ بنِ شَھرَ یَارَبن اَبَر وَیزَ بن ھُرمُزَ بنِ اَ نُو شِروَانَ، وَ ھُوَ آخِرُ مُلُوكِ الفُرسِ ـ الروض الانف:۱/۱۶۴

(۲۹) سراقہ بن مالک،جس نے حضرت محمد ﷺ کا ہجرت کے موقع پر انعام کے لالچ میں تعاقب کیا تھا۔

(۳۰) الروض الانف :۱/ ۱۵۶۔۱۵۵ ، بیہقی،ابوبکراحمد بن حسین ، دلائل النبوہ ، دارالکتب العلمیہ ،بیروت۱۹۹۰م،ص :۳/ ۱۳۱

(۳۱) الروض الانف :۱/ ۱۶۵

(۳۲) ایضاً:۱/ ۲۷۰

(۳۳) ایضاً:۲/ ۳۶۱

(۳۴) اسماء بنت عُمَیس والدہ عبداللہ بن جعفر: تھذیب الکمال:۱۴/ ۳۶۷

(۳۵) عبداللہ بن جعفرؓ حبشہ میں پیدا ہوئے آپؓ کا شمار کمسن صحابہ میں ہوتا ہے ۔آپ کی سخاوت کے باعث آپؓ کو بَحر الجُود اور قطب السخاء کہا جاتا تھا۔حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: عبداللہ خلق اور خَلق میں میرے مشابہ ہیں ۔ ابن حجر عسقلانی ، شہاب الدین احمد بن علی ، حافظ ، الاصابه فی تمییز الصحابه ، مکتبۃ الکلیات الازھریہ، ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷م ص:۲/ ۲۸۹

(۳۶) الروض الانف:۴/ ۱۱۳

(۳۷) ایضاً:۱/ ۲۸۰

(۳۸) ایضاً:۱/ ۲۷۹

(۳۹) ایضاً:۱/ ۱۹۷

(۴۰) ایضاً:۱/ ۱۹۸

(۴۱) ایضاً

(۴۲) ایضاً:۱/ ۱۸۵

(۴۳) ایضاً:۱/ ۲۰۰

(۴۴) ایضاً:۴/ ۷

(۴۵) وہ ہمہ وقت اپنی لغزشوں پر گریہ بار رہتے اس وجہ سے ان کا نام نوح پڑ گیا۔ان کے بھائی کا نام صابی بن لامک تھا۔صابیوں کا دین اسی سے منصوب ہے۔ الروض الانف:۱/ ۳۶

(۴۶) حضرت نوح کے والد لامک کے والد کا نام مَتّوشَلَخ تھا۔اس کا معنی ''مات رسول اللہ'' ہے۔الروض الانف ۱/ ۳۶

(۴۷) ایضاً

(۴۸) اُمَیم وَ یُقَالُ فِیهِ : اَمِیمٌ ، وَوَجَدت بِخَطّ اَشیَاخِ مَشَاهِیرِاَمّیمٌ وَ اَمّیمٌ بِفَتحِ الهمزةِ وَ تشدیدِ المیمِ المکسورةُ ، وَلَا نَظیرَ لَهُ فِی الکَلامِ ، وَ العَرَبُ تضطَرِبُ فی هَذِهِ الاسماءِ۔ الروض :۱/ ۴۷

(۴۹) الروض الانف:۱/ ۴۷

(۵۰) اس کا نام حُذَیفَةُ بنُ عَبدِ بنِ فُقَیم بنِ عَدِیّ بنِ عَامِرِ بنِ ثَعلَبَةَ بنِ الحَارِثِ بنِ مَالِكِ بنِ كِنَانَةَ بنِ خُزَیمَةَ ،

السیرة النبویه:۱/ ۱۲۴

(۵۱) الروض الانف:۱/ ۱۳۶

(۵۲) البدایه والنهایه:۱/ ۱۲۰

(۵۳) الروض الانف:۱/ ۳۶

(۵۴) البیہقی ،ابوبکر احمد بن حسین ، شعب الایمان ، دار الکتب العلمیہ ، بیروت ،۱۹۹۰م ، رقم: ۱۶۱۷، حاکم نیشاپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ،امام، المستدرک دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ ،ص:۵۵۲/۲

(۵۵) حضرت اِسماعیل بن ابراہیم بن تارح (آزر)۔السیرۃ النبویہ :۳۵/۱،آپؑ کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔السیرۃ النبویہ :۴۰/۱،حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی ''نسمہ''تھی ۔الروض الانف :۴۰/۱،طبری کے مطابق وہ عیسو بن اسحٰق کی زوجہ تھیں۔

(۵۶) الروض الانف:۳٦/۱

(۵۷) مہاجرحبشہ، خَالِد بن سَعِید (والد کی کنیت ابو احیحہ حرب فجار میں ہلاک ہوا) کے چار بھائیوں حضرت ابانؓ ، حضرت خالدؓ، حضرت عمروؓ اور حضرت عبداللہ(حکم) نے اسلام قبول کیا جبکہ دو احیحہ اور عاصی (ہلاک غزوہ بدر) حالت کفر میں مرے۔روض الانف:۱۰٦/۲

(۵۸) الروض الانف:۱۰٦/۲

(۵۹) کَعب بن لئوی بن غَالب بن فِھرِ بنِ مَالِكِ بنِ النّضر بن کِنانَۃَ بنِ خُزَیمۃَ بنِ مُدرِکَۃَ بنِ اِلیاس بن مُضر بن نَزَار بنِ مَعَد بنِ عَدنَانَ۔ السیرۃ النبویہ:۲۵/۱۔۴۰

(٦۰) الروض الانف:۲٦/۱

(٦۱) و فی حدیث جمعہ(المسلم:۸۵٦) کانت تسمی عَرُوبَۃَ ھُو اِسمٌ قدیمٌ لَھَا، وَ کَانَ لَیسَ بِعَرَبِی ، یَقُل : یَومَ عَرُوبہ و یَومَ االعَرُوبَۃ، النھایہ فی غریب الحدیث:۲۰۳/۳

(٦۲) بدری صحابی ، مُصعَبُ بنُ عُمَیرِ بنِ ھَاشِم بنِ عَبدِ مَنَافِ ابنِ عَبدِ الدّارِ بنِ قُصَیّ۔الروض الانف:۱۴٦/۳ ، وہ پہلے شخص جنہیں المقری کے نام سے موسوم کیا گیا ۔اسلام سے پہلے قریش میں سب سے زیادہ عیش پسند تھے۔روض الانف:۲۷۸/۲

(٦۳) الروض الانف:۲۷۹/۲

(٦۴) ابن اسحٰق کے مطابق '' وَ کَانَ مِمَن قُتِلَ یَومَ اُحُدٍ مُخَیرِیقٌ وَ کَانَ اَحَدَ بَنی ثَعلَبَۃَ بنِ الفِطیُونِ'' السیرۃ النبویہ :۲۸۷/۳،اسی کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا'' مُخَیرِیقٌ خَیرُ یَھُودَ ''البدایہ والنھایہ:۳۸۴/۳

(٦۵) الروض الانف:۳۰۰/۳

(٦٦) عُتبَۃ بنُ مَسعُودٍ اَخو عَبدُاللہ بنِ مَسعُودٍ ، وَجَدّ عُبَیدِ اللّٰہ بنِ عُتبَۃَبنِ مَسعُودٍ الفَقِیہِ۔ روض الانف: ۲۸۵/۳

(٦۷) الروض الانف:۴٦۸/۳

(٦۸) السیرۃ النبویہ:۲۷٦/۴

(٦۹) الروض الانف:۲۷٦/۴

(۷۰) حدیث ہے'' لَا تَسُبوا اَسعَدَ الحِمیَرِی ، فَاِنّہُ اَوّلُ مَن کَسَا الکَعبَۃَ''البدایہ و النھایہ :۵۵۱/۲،روض

الانف :۱/۷۶، تبع، حجاج ، فتیلہ، عبد اللہ بن زبیر کے غلاف کعبہ چڑھانے کے متعلق ابن اسحٰق اور امام سہیلی نے ذکر کیا ہے ملاحظہ کیجئے صفحات :روض الانف:۱/ ۸۵، ۸۶، ۸۷

(۷۱) الروض الانف:۱/ ۹۵

(۷۲) ''اوّل مَن سَنّ حُدَاءَ الاِبِلِ وَ هُوَ مُضَرُ بنُ نَزَارٍ۔ الروض الانف: ۴/۸۳

(۷۳) الروض الانف:۱/۳۴

(۷۴) جم نے سب سے پہلے تلواریں استعمال کیں یہ روئے زمین پر چوتھا بادشاہ ہے۔الروض الانف:۳/۵۱۹

(۷۵) یعرب نے کہی ۔الروض الانف:۱/۴۶

(۷۶) سبا نے پہنا۔الروض الانف:۱/۴۷

(۷۷) قوطہ بن یافث کی اولاد سے لیا گیا۔ الروض الانف:۱/۴۶

(۷۸) حضرت ہاجرہ نے کئے ۔الروض الانف:۱/۴۲

ط۷۹) عبد المطلب نے لگایا۔روض الانف:۱/۲۴،روض الانف:۱/۳۳

(۸۰) ابن منظور:۱/۱۷۱مادہ نسب

(۸۱) ابن حزم،جمہرہ انساب العرب، تحقیق عبد السلام محمد ہارون القاہرہ۱۳۸۲ھ،ص: ۵

(۸۲) صدیق حسن قنوجی م:۱۳۰۷ھ

(۸۳) القرآن الکریم (۱۳/۴۹)

(۸۴) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسی، امام، جامع ترمذی دار الفکر بیروت۱۴۱۴ھ، رقم الحدیث:۱۸۷۹

(۸۵) جمہرہ انساب العرب،ص:۵

(۸۶) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورہ، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۷م ص:۱/ ۲۸

(۸۷) قرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع احکام القرآن، دار الکتب العربیۃ، قاہرہ ۱۹۶۷م،ص:۹/۳۴۴

(۸۸) الدولابی، اَبوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید الانصاری

(۸۹) مستدرک حاکم، رقم الحدیث:۳۴۷۸

(۹۰) ایضاً، رقم الحدیث:۲/۴۶۵

(۹۱) الدولابی: ملاحظہ کیجئے، حاشیہ:۸۸

(۹۲) الروض الانف:۱/۳۱

(۹۳) الطبری، ابن جریر م: ۳۱۰ھ ماہر تاریخ دان، مشہور ومعروف کتاب تاریخ طبری (تاریخ الرسل والملوک) کے مصنف۔

(۹۴) مالک بن ربیب شاعر، الشعر و الشعراء:۱/۲۸۰

(۹۵) الروض الانف:۱/ ۳۸

(۹۶) السیرۃ النبویہ:۱/ ۲۳۶

(۹۷) محمد بن حبیب، ابوجعفر،من علماء بغداد باللغۃ و الشعر و الاخبار و الانساب و الثقات : معجم الادباء،۱۸/۱۱۲

(۹۸) الروض الانف:۱/ ۲۳۵

(۹۹) ایضاً:۱/۱۳۱

(۱۰۰) ایضاً:۱/۱۲۹

(۱۰۱) الروض الانف:۱/۱۴۴

(۱۰۲) اس کا نام بکر تھا۔جس کی وجہ سے قُضاعہ کو ابو بکر کی کنیت سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔

(۱۰۳) السیرۃ النبویہ:۱/ ۵۵

(۱۰۴) الروض الانف:۱/۵۵

(۱۰۵) ایضاً:۱/۱۰۶

(۱۰۶) ایضاً

(۱۰۷) الروض الانف:۱/۳۰۰

(۱۰۸) ایضاً:۱/ ۱۲۸

(۱۰۹) امام سہیلی نے دو اشعار درج کئے ہیں۔جن میں سے یہ ایک مصرعہ ہے۔روض الانف :۱/ ۱۲۹

(۱۱۰) امام صاحب نے چار اشعار درج کئے ہیں۔ایضاً

(۱۱۱) ابن زبعری،عبداللہ بن زبعری بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن مضر بن نزار، الاغانی ۱۵/ ۱۷۹

(۱۱۲) الروض الانف:۱/ ۱۴۵

(۱۱۳) الروض الانف:۱/ ۱۵۹

(۱۱۴) معجم الکبیر :۶۷۲۴، دلائل: ۵/۱۳۶

(۱۱۵) الروض الانف:۱/۲۳۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆